POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 10-11 February 2024, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 85 واں سال

Date of Publication: 09-02-2024 • Price: 5/- • 15-21 February 2024 • Issue: 7 • Vol:83

۱۵تا۲۱فروری ۲۰۲۴ء • شمارہ:۷ • جلد:۸۳

لاہوری تاج محل

معروف محقق، ماہرِ اقبالیات، استاد اور دانش ور پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ۲۵/ جنوری ۲۰۲۴ء کو لاہور میں انتقال کرگئے۔ ہاشمی صاحب کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ان کی زندگی میں ایک یادگاری کتاب ان کی خدمت میں پیش کی گئی تھی جس میں یہ مضمون شامل تھا۔ اسے پڑھ کر وہ خاصے محظوظ بھی ہوئے۔ معذرت خواہی پر مسکرا کر بولے کہ اس میں کوئی ناراض ہونے والی بات نہیں ہے۔ (ر۔پ)

رؤف پاریکھ

سال تھا۲۰۰۶ء، موسم تھا بہار کا اور موقع تھا لاہور میں عالمی کتب میلے کا۔ لاہور کا موسم بڑا بے ایمان تھا۔ خاکسار بھی چاک دامن اور خالی جیب کے ساتھ بن بلایا مہمان تھا۔ میلے میں پہنچا تو خیال آیا کہ چائے پیے بہت دیر ہوگئی ہے یعنی یہی کوئی دس پندرہ منٹ، گویا نشہ ٹوٹ رہا تھا۔ چائے کی دُکنیا پر جا پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ محترم ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب بھی چائے نوش فرما رہے ہیں۔ ہاشمی صاحب کا نام اور ان کی تحریریں پڑھتے پڑھتے ایک زمانہ ہو چلا تھا۔ لیکن پہلے کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ان کی زیارت سے دیدہ و دل روشن ہوئے۔ جا کر سلام کیا اور کہا کہ آپ رفیع الدین ہاشمی صاحب ہیں نا؟ تو بڑی شفقت سے پیش آئے اور مسکرا کر پوچھا آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔ عرض کیا آپ کچھ عرصے پہلے جاپان گئے تھے، وہاں کے اہلِ علم کے ساتھ آپ کی تصویر 'اخبارِ اردو' میں چھپی ہے۔

ان سے تو کچھ نہ کہہ سکا لیکن آپ کو بتا دوں کہ تصویر میں وہ اصل سے بہت کم دبلے پتلے لگ رہے تھے۔ ایک وجہ اس کی غالباً یہ رہی ہوگی کہ جاپان کی سردی سے بچنے کے لیے انھوں نے تہہ در تہہ کپڑوں کے اوپر ایک بھاری بھرکم، لمبا اور جھبرا سا اوور کوٹ پہن رکھا تھا جسے مرزا سودا کے قصیدے کا مطلع کہنا چاہیے۔ باقی مصرعے یعنی کپڑے اسی مطلعے کی ہیبت اور طنطنے کے پیچھے کسمسا رہے تھے۔ سر پر اونی کنٹوپ گویا مستزاد تھا۔ ان کی پیاری سی مسکراہٹ مصرعِ طرح کی طرح طلوع ہو رہی تھی۔ تصویر کیا تھی مرصع سا قصیدہ تھا جس کے قافیے کپڑوں کی وجہ سے زیادہ چست معلوم ہوتے تھے۔ تصویر میں جاپانی میزبان بھی دم سادھے حاضرین کی طرح زبانِ حال سے داد دیتے نظر آ رہے تھے۔

میں نے اپنا تعارف کرایا تو ہاشمی صاحب مسکرا کر کراچی، احبابِ کراچی اور اردو ڈکشنری بورڈ کا حال پوچھنے لگے۔ پھر ایک پُڑیا اپنی 'زنبیل' سے برآمد کی اور اس میں سے ڈبل روٹی کے چند مہین سے پارچے نکال کر وہیں زمین پر اکڑوں بیٹھ کر انھیں چائے میں ڈبو کر کھانے لگے۔ نہ پوچھیے ان کے اس درویشانہ انداز پر کتنا پیار آیا۔ غالباً میری ریشِ 'لف ونشرِ غیر مرتّب' سے مجھ پر بھی انھیں درویشی کا گمانِ بے بُنیان ہوا لہٰذا مجھے شریکِ طعام ہونے کی دعوت دی اور پھر اس دعوتِ شیراز کی وجہِ ورود بھی بتائی جو غالباً ذیابیطس تھی۔ جی تو چاہتا تھا کہ ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہو جاؤں لیکن یہ نامناسب یوں تھا کہ ہاشمی صاحب کے جثّے کی مناسبت سے تو اس 'من وسلویٰ' کی مقدار ٹھیک تھی، یعنی یہی کوئی آدھی چھٹانک، لیکن اس میں اگر مَیں شریک ہو جاتا تو غالباً شریکِ غالب ہوتا لہٰذا شکریہ ادا کر کے اپنی ہی پیالی سے چائے کی ٹھرک پوری کرنے لگا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ہاشمی صاحب کے جثّے کو دیکھ کر میرا احساسِ کم تری احساسِ برتری میں بدل گیا۔ کتب میلے میں لاہور کے موسمِ بہار میں بھی ہاشمی صاحب کچھ اونی کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے، لیکن پھر بھی دبلے لگ رہے تھے۔ کتنی خوشی کی بات ہے کہ ہاشمی صاحب مجھ سے بھی دبلے ہیں۔ یہ سوچ کر اب بھی اطمینانِ قلب ہوتا ہے کہ اس دنیائے خاکی و فانی میں مجھ سے دبلا بھی کوئی ہے۔ ویسے دبلے پتلے لوگوں سے ایک قدرتی انسیت بھی محسوس ہوتی ہے، اپنے ہی قبیلے کے لگتے ہیں۔ بقولِ نظیری:

کسے کہ 'دبلا' نشد از قبیلۂ مانیست

اور ہاشمی صاحب تو اتنے دبلے نکلے کہ انھیں دیکھنے کے لیے 'باقاعدہ دیکھنا' پڑتا تھا۔ اہلِ ذوق اور اہلِ دل جانتے ہیں کہ ایک 'بے قاعدہ دیکھنا' بھی ہوتا ہے یعنی:

اِدھر دیکھ لینا اُدھر دیکھ لینا
کَن اکھیوں سے اس کو مگر دیکھ لینا

'باقاعدہ دیکھنا' صرف حسینانِ جمیل و لالہ رُخانِ اصیل کے لیے ہوتا ہے۔ جو نظر دشمنانِ ایمان و آگہی اور رہزنانِ تمکین و ہوش کو دیکھنے کی ہوتی ہے اس نظرِ دور بیں و خُرد بیں کو مشتاق احمد یوسفی صاحب 'نگاہِ کبیرہ' کہتے ہیں۔ کم تر درجے کے حسینوں کو وہ 'نگاہِ صغیرہ' سے دیکھتے ہیں۔ البتہ ہاشمی صاحب جیسے اہلِ علم اور نفوسِ قدسیہ کو بھی غور سے دیکھنا چاہیے، خاص طور پر اگر وہ اتنے ہی دبلے ہوں جتنے وہ ہیں یا میں ہوں کہ یہ بھی قدرت کا کرشمہ ہوتا ہے۔ میں تو بچپن میں اتنا لاغر تھا کہ نظر ہی نہیں آتا تھا اور اکثر استاد کلاس میں میری غیر حاضری لگا دیا کرتے تھے۔ اور غالب نے اس تحفیفی ونزاری کو بزم میں چھپ کر بیٹھ رہنے کا بہانہ بھی بنا لیا، کہتے ہیں:

لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے
میرا ذمہ، دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے

ہاشمی صاحب کی طرف کشش کی دوسری وجہ ان کی ریش تھی۔ یعنی وہ ہم قلندروں کے اس گروہِ معتوب سے ہیں جو بوجہِ ریش راندۂ درگاہِ زمانہ سازان ہیں۔ لیکن یہ انھی جیسے گدایانِ مے کدہ کی بے نیازی ہے جو چشمۂ حیواں پر پہنچ کر انھیں سبو توڑنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ہاشمی صاحب جیسے قناعت پسند اور فنا فی العلم لوگ اب ہمارے ہاں کتنے ہیں جو باوجود علمی وجاہت اور ہر دل عزیزی کے نہ تو کسی عہدے کے طالب ہوں اور نہ ذرائع ابلاغ میں جا و بے جا اپنے مکھڑے کی نمائش پر آمادہ ہوں۔ ہاشمی صاحب چپ چاپ کام کرنے کے قائل ہیں اور اقبالیات پر ماشاء اللہ ان کی بعض کتابیں اب ایسے حوالے کا درجہ اختیار کر گئی ہیں جو ناگزیر ہوتے ہیں۔ مجھ عاجز طالب علم کا نہیں خیال کہ اب اقبالیات پر کوئی بھی کام ہاشمی صاحب کی کتابوں سے رہنمائی لیے بغیر کیا جاسکتا ہے۔ ہاشمی صاحب چپ چاپ کام کرنے کے قائل ہیں اور اقبالیات پر ماشاء اللہ ان کی بعض کتابیں اب ایسے حوالے کا درجہ اختیار

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

کرگئی ہیں جو ناگزیر ہوتے ہیں۔ کچھ نہیں تو کم از کم یہ دیکھنے کے لیے ہی ہاشمی صاحب کی کتابیں دیکھنا ہوں گی کہ کس نے کیا لکھا ہے، اور یہاں نظر بھی وہی چاہیے یعنی خوب روؤں کو دیکھنے والی، نگاہِ کبیرہ۔ خود ہاشمی صاحب نے اقبال کو جس نظر سے دیکھا ہے اس کی داد تو رشید حسن خاں جیسے جید محقق نے یوں دی ہے کہ انھوں نے جب تدوینِ کلامِ اقبال کے موضوع پر کلیاتِ اقبال، بعض 'اقبالی' مجرموں اور اقبال اکادمی کے لتے لیے تو سند کے لیے ہاشمی صاحب سے استنباط کرتے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ میر تقی میر مشاعرے میں جس شعر پر ذرا توجہ دیتے تھے اس پر حاضرین بھی داد دینے لگتے تھے اور اگر کسی شعر کو میر صاحب دوبارہ پڑھواتے تو شاعر نہال ہوجاتا کہ اس سے بڑی داد ممکن نہیں تھی، اسی طرح رشید حسن خان صاحب نے اگر کسی کو ایک بار ہلکی سی داد دے دی ہو اسے اپنی خوبیٔ قسمت اور تیزیٔ ذکاوت پر ناز کرنا چاہیے۔ گو ہاشمی صاحب کو رشید صاحب نے اپنے اس مضمون میں اتنی داد دی ہے کہ شاید ہی کسی کو دی ہوگی لیکن ہاشمی صاحب کے مزاج کے پیشِ نظر ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ انھوں نے اس داد کو محض اپنی ہلکی سی مسکراہٹ سے ٹال دیا ہوگا اور کسی اور کام میں جت گئے ہوں گے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

ہاشمی صاحب سے دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب ۲۰۰۸ء میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے ایک غیر ملکی این جی او کے تعاون سے ہمیں مشاورت کے بہانے سے لاہور بلا کر دراصل اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی جو ہماری تعلیم و تربیت میں رہ گئی تھی۔ یعنی الف ب تک کی صحیح ترتیب اور تعداد ہمارے ننھے منے دماغ میں بٹھانے کی کوشش کی جو دست یاب جگہ کی تنگی اور کل پرزوں میں فنی خرابی کے باعث ہماری کھوپڑی شریف میں نہ بیٹھ سکی اور ہم آج تک پنجاب ٹیکسٹ بک کا پڑھایا ہوا یہ سبق یاد نہ کرسکے کہ اردو کے حروفِ تہجی کی تعداد اٹھاون (۵۸) ہے۔ اجلاس کی اس کوفت کو دور کرنے کے لیے ہم نے سوچا کہ ہاشمی صاحب کی زیارت کی جائے کہ دل اور دماغ دونوں کا زنگ کچھ دور ہو۔ ویسے بھی لاہور جا کر ہاشمی صاحب سے نہ ملنا ایسے ہی ہے جیسے کراچی جا کر مشتاق احمد یوسفی سے نہ ملنا جو بقول کرنل محمد خان کے ایسا ہی ہے جیسے آگرہ جا کر تاج محل نہ دیکھنا۔ اجلاس سے چپکے سے سٹکنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ اس کی بھنک شریکِ اجلاس دو خواتین کو بھی ہوگئی، نجانے کیسے۔ دراصل خواتین مردوں کی سوچ پڑھنے کی ماہر ہوتی ہیں۔ وہ نہ صرف وہ باتیں بھی سن لیتی ہیں جو مردوں نے کہی نہیں ہوتیں اور صرف سوچی ہوتی ہیں بلکہ بسا اوقات انھیں اپنی چھٹی حس کی مدد سے ان باتوں کا بھی علم ہوجاتا ہے جو مردوں نے سوچی بھی نہیں ہوتیں کیونکہ طبقۂ اِناث کے افراد کو یقین ہوتا ہے کہ یہ 'موئے مردُوے' یہ باتیں ضرور سوچیں گے۔ ہمارے ساتھ آمادۂ سفر اور پا بہ رکاب دو تھیں لیکن تھیں تو تین ہی نا! یعنی خوا'تین'۔ ویسے خواتین اگر 'خاتون' بھی ہوں تو خوا'تین' ہی ہوتی ہیں یعنی واحد بھی جمع ہوتی ہیں کیونکہ ایک بھی تین کے برابر ہوتی ہے۔ اس پر یاد آیا کہ ایک بار دورانِ تدریس پوچھا کہ مرد کی جمع کیا ہے تو ایک طالبِ علم نے کہا امرود۔ ایک طالبہ نے اس پر کہا امرود نہیں مردود۔ ہم نے کہا کہ بی بی یہ تو درست ہے کہ اکثر مردوں کی ذہنیت ایسی ہی ہوتی ہے جیسا آپ کا ذاتی تجربہ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ بعض مرد تو واحد یعنی مرد ہوتے ہوئے بھی جمع یعنی آپ کی بتائی ہوئی جمع ہوتے ہیں لیکن ہر مرد بیک وقت واحد اور جمع نہیں ہوتا۔ یہ شرف صرف پچاس فیصد مردوں کو حاصل ہے۔ ہاں البتہ خاتون کے بارے میں یہ متحقق ہے کہ واحد ہوتے ہوئے بھی خواتین ہوتی ہیں۔ کیونکہ تین تو اس کا حصہ ہے ہی۔ اس سے زیادہ بھی ہوسکتی ہیں، یعنی چار، اگرچہ اس کے لیے قیدِ شریعت کی شرط ہے۔

خیر جناب، اس 'حملۂ معترضہ' کے بعد عرض ہے کہ ہاشمی صاحب کے درِ دولت تک ہماری ہم سفر دو خواتین تھیں۔ یہ تھیں کراچی کی ڈاکٹر تنظیم الفردوس اور اسلام آباد کی ڈاکٹر روبینہ ناز۔ گویا چھے تو ہوگئیں خواتین اور ایک ہم مَردُوے۔ خیر صاحب بورڈ والوں نے ایک بڑی سی گاڑی ہمیں دے دی جس میں دس بارہ آدمی آسکتے تھے۔ اس طرح ہم اس راہوارِ بے مہار میں بآسانی سما گئے جو حرکت سے زیادہ شور و شغب کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا تھا، اور چلے ہاشمی صاحب کے منصورہ میں واقع گوشۂ عافیت کی طرف تاکہ ان کی عافیت میں خلل ڈالا جاسکے۔ ہاشمی صاحب کو اطلاع کردی تھی حالانکہ اس کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ ملتان روڈ پر پہنچتے ہی ہاشمی صاحب کو اس بے وقار و باوفات سواری کے شور سے، جو صورِ نشور کا ہم پایہ و ہم ساز و دم ساز تھا، اندازہ ہوجانا تھا کہ آسمان سے یہ بلا خانۂ انوری نہیں بلکہ خانۂ ہاشمی کا پتا پوچھتی ہوئی آرہی ہے۔ لیکن ملتان روڈ پر گاڑیوں کا ہجوم تھا، پہنچتے پہنچتے دیر ہوگئی۔ معلوم ہوا ہاشمی صاحب عصر کی نماز کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ ہم انتظار کرنے لگے۔ خیر صاحب، ہاشمی صاحب نماز پڑھ کر آگئے اور بہت محبت اور شفقت سے ہمیں اپنے دولت کدے لے گئے۔ چائے اور لوازمات منگوائے گئے اور اقبالیاتی ادب پر بات ہونے لگی۔ خواتین بھی اس ملاقات کی تاثیر دل میں لے کے اٹھیں۔ وجہ وہی تھی، یعنی ہاشمی صاحب کی سادگی، درویشی، انکسار اور علمیت۔

مصروفیت کے باوجود ہمیں وقت دینے کی ہاشمی صاحب کی وضع دارانہ اور مشفقانہ ادا سے اتنی ہمت ہوگئی ہے کہ اب جب بھی آگرہ یعنی لاہور جانا ہوتا ہے تاج محل یعنی ہاشمی صاحب کو دیکھ لیتے ہیں۔ چند سال قبل اسی طرح انھیں زحمت دی۔ سردی کا موسم تھا اور ہاشمی صاحب گھر سے باہر چھوٹے سے چمن میں پڑھنے لکھنے کا سامان لیے دھوپ میں بیٹھے تھے ۔'فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے' کا منظر تھا۔ لیکن ہم ٹھہرے کراچی کے دہشت زدہ شہری۔ ہم نہ صرف دہشت زدہ ہوگئے بلکہ انھیں بھی ڈرانے کی بہت کوشش کی کہ زندہ دلانِ لاہور کی یہ روش خطرناک ہے کہ سرِ راہ موبائل فون جیسی نازک شے بھی جیب سے نکال لیتے ہیں اور اس پر گفتگو بھی کرنے لگتے ہیں۔ حتیٰ کہ خود کار مشین سے خود اپنی ہی رقم بھی نکالتے دیکھے گئے ہیں۔ کراچی میں خود کار مشینوں سے آپ کی رقم دوسرے نکالتے ہیں اور یہ ازراہِ خدا ترسی نہیں ہوتا بلکہ بنوکِ شمشیر یا بنوکِ اسلحۂ آتشیں آپ کو ایک طرف کھڑا کردیا جاتا ہے۔ ہم نے عرض کی کہ اگرچہ آپ جوان جہان نہیں ہیں لیکن پھر بھی آپ کا یوں دن دہاڑے اکیلے باہر بیٹھنا خطرناک ہے۔ اگر ''نامعلوم افراد'' اسلحہ لے کر نہ بھی آئے تو کم از کم کوئی آپ سے موبائل فون ہی اس طرح مانگ لے گا کہ آپ کو شبہ تک نہ ہوگا کہ واپس کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ مکان کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا یعنی بقولِ انوری آسمان سے جو بلا نازل ہو اس کے لیے خانۂ انوری خانۂ کراچی کی طرح کھلا تھا۔ لیکن ہاشمی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں مسکرا کر کہا یہ کراچی نہیں ہے، لاہور ہے اور پھر منصورہ ہے۔ یہاں کوئی خوف نہیں۔ گویا ہماری تفتیش اور تشویش کو اپنی تشخیص سے ٹال دیا۔ لیکن ان کی تشخیص درست تھی، بس کراچی کا مرض کچھ اور ہے۔ ہم ان کے پاس بہت دیر 'کھلم کھلا' بیٹھے رہے اور اہلِ لاہور کی قسمت پر رشک کرتے رہے۔

ہاشمی صاحب سے لاہور میں تو ملاقاتیں رہیں اور دو ایک بار برادرم رفاقت علی شاہد کی ہمراہی میں بھی ان کے پاس حاضر ہوئے لیکن ایک دو بار جب وہ کراچی آئے تب بھی ہاشمی صاحب سے پُرلطف صحبت رہی۔ ایک بار غریب خانے کو بھی رونق بخشی۔ ایک نشست میں وقتِ نماز آیا تو ہاشمی صاحب قبلہ رو ہوگئے لیکن صف آرائی کا جواز نہ تھا کہ وہ واحد نمازی تھے۔ ہم نے ان کی اقتدا میں نماز کی سعادت حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو ہمیں امام بنانے پر اصرار کیا۔ ہم نے عرض کیا کہ امامت تو کرلوں لیکن آپ کو اپنی نماز دہرانی پڑے گی۔ مسکرائے اور فوراً امامت پر آمادہ ہوگئے اور اس نماز کی کیفیت آج بھی یاد ہے۔ غالباً امام کا تقویٰ مقتدیوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ صوفیوں کے ذکر میں یہ بھی سنا اور پڑھا ہے کہ مریدوں کے قلب پر مرشد اثر انداز ہوتا ہے جسے توجہ کرنا بھی کہتے ہیں اور یہ تصرف بھی کہلاتا ہے۔ نہ ہاشمی صاحب مرشد نہ ہم مرید، اور وہ تصوف کے ماننے والے تو بالکل نہیں ہیں لیکن اس کے تو ہم قائل ہوگئے کہ امام بقولِ اقبال اگر محض دو رکعت کا امام نہ ہو تو مقتدی بھی روحانی طور پر مستفید ہوتے ہیں۔

کمال کی بات یہ ہے کہ ہم نے ہاشمی صاحب کے منھ سے کبھی کسی کی برائی نہیں سنی حالانکہ ہم آپ سبھی تھوڑی بہت ادبی غیبت تو برسبیلِ تذکرہ ہی کرلیتے ہیں۔ بقولِ یوسفی صاحب کے سردیوں میں چلغوزوں کے ساتھ غیبت بہت مزہ دیتی ہے۔ لیکن ادیبوں اور شاعروں کی بالخصوص معاصرین کی غیبت تو بغیر چلغوزوں اور چائے کے بھی مزہ دے جاتی ہے۔ اگر اس میں کسی خاتون کے ذکر کا چھینٹا بھی، غیر ضروری طور پر ہی سہی، پڑ جائے تو غیبت دو آتشہ ہوجاتی ہے اور اہلِ قلم یہاں اپنے تخیل سے خوب خوب کام لیتے ہیں، شعرا حضرات جھٹ خیال کی وادیوں میں بھٹکنے لگتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ ہاشمی صاحب کے سامنے اگر کسی ادبی یا غیر ادبی غیبت کی تمہید بھی باندھی جائے تو فوراً موضوع بدل کر کہتے ہیں کہ فلاں نئی کتاب آپ نے پڑھی؟ اور کیا لکھ رہے ہیں آپ آج کل؟ دیگر اہلِ علم کم از کم آلو ٹماٹر کی کم یابی، بجلی کی نایابی اور گیس کی عدم دست یابی پر تو گفتگو کرلیتے ہیں اور وہاں سے بات حکومت کی برائی کی طرف مڑ کر سیاست دانوں کی بداعمالیوں اور ادیبوں کی بداعتدالیوں سے ہوتی ہوئی قربِ قیامت کی نشانیوں تک پہنچ جاتی ہے اور پھر اصل قیامت برپا ہوتی ہے کہ:

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہنچی تری جوانی تک

ہاشمی صاحب کسی کی الھڑ جوانی کیا کسی کے لچر بڑھاپے تک کا ذکر نہیں کرتے (حالانکہ بعض بزرگ نقاد اس طرح کے کثیر مواقع فراہم بھی کرتے رہتے ہیں)۔ نہ کسی کی رنگین مزاجی کا تذکرہ کرتے ہیں اور نہ کسی کی خراب نثر کی برائی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خراب شاعری کرنے والوں کو بھی معاف کردیتے ہیں (حالانکہ انھیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے)۔ غرضے کہ عجیب درویش آدمی ہیں۔ نہ صیاد سے گلہ نہ قسمت سے شکوہ، زندگی کو فصلِ بہار سمجھتے ہیں۔ شکایتِ زمانہ بھی نہیں کرتے، خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رب کا شکر ادا کر بھائی، جس نے ہماری گائے بنائی۔

خدا ہاشمی صاحب کو صحت کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے، کبھی کبھی ہم ان سے شوخی بھی کر جاتے ہیں جسے وہ مسکرا کر ٹال دیتے ہیں۔ ہم اپنی عادت سے مجبور ہیں اور وہ اپنی عادت سے۔ اس تحریر میں بھی کہیں بربنائے عادت کچھ شوخی ہوگئی ہوگی لیکن وہ اسے بھی یقیناً بربنائے عادت نہیں تو ازراہِ مروت ٹال دیں گے۔ خدا لاہور کے تاج محل کو مسکراتا رکھے۔ آمین۔ ہر بار ان سے مل کر یہی شعر ذہن میں گونجتا ہے کہ:

بہت جی خوش ہوا اے ہم نشیں کل جوشؔ سے مل کر
ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

(یہ تحریر پہلی بار ہاشمی صاحب کی حیات میں ان کے اعزاز میں پیش کی گئی ارمغاں میں شائع ہوئی تھی لہٰذا بعض مقامات پر صیغۂ ماضی کے بجائے صیغۂ حال لکھا گیا ہے)

ڈاکٹر رؤف پاریکھ

سابق پروفیسر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی

drraufparekh@yahoo.com

سماج کے کمزور طبقات کے لیے

فاصلاتی تعلیم کی ضرورت واہمیت

مرضیہ عارف

ہندستان کامحکمۂ تعلیم دنیا کا دوسرا بڑا اور ہمہ گیر تعلیمی نظام ہے جس کے تحت 20 کروڑ سے زیادہ اسکول کام کررہے ہیں اور کوئی 18 لاکھ بستیاں ہیں، جہاں ایک کلومیٹر کے فاصلے پر پرائمری اسکول قائم ہیں اور اُن سے ہرسال لاکھوں شہری تعلیم یافتہ بن رہے ہیں مگر یہ تصویر کا ایک رُخ ہے، دوسرا رُخ ہمیں بتاتا ہے کہ پہلی کلاس میں داخلہ لینے والے ہر تین بچوں میں سے دو بچے آٹھویں کلاس تک پہنچتے ہی اپنی تعلیم ترک کردیتے ہیں اور بعض بچّے دوسرے کلاس میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسکول چھوڑ جاتے ہیں۔

اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق اکیسویں صدی میں داخلے کے وقت ہندستانی قوم کی 30 فیصد تعداد ناخواندہ تھی اور اس ناخواندہ آبادی کا دوتہائی حصّہ عورتوں پر مشتمل تھا، کیوں کہ پرائمری اسکول میں داخلہ لینے والے ہر تین بچوں میں سے صرف ایک بچی ہوتی ہے، اِس کا مطلب یہ ہوا کہ والدین عموماً لڑکیوں کی تعلیم کو اہمیت نہیں دیتے اور اسکول میں داخلہ لینے والی لڑکیاں عام طور سے چند کلاسوں کے بعد تعلیم کا سلسلہ ختم کردیتی ہیں۔ اسکولوں میں جانے والے طلبہ کی تعداد اب بڑھتے بڑھتے ساڑھے چار کروڑ ضرور ہوگئی، لیکن تشویشناک پہلو یہ ہے کہ اِتنے ہی بچے آج اسکولوں سے باہر ہیں، یہ ہمارے تعلیمی نظام کے لیے ایک سنجیدہ مسئلہ ہے اور اُس سے بھی زیادہ فکر کی بات یہ ہے کہ قومی تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے میں اب تک گہری غفلت برتی گئی ہے۔ ریاست کیرالہ جو پورے ملک میں خواندگی کے لحاظ سے سب سے آگے ہے وہاں بھی تعلیمی معیار قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ درسی کتابوں کی ترتیب واشاعت پر کروڑہا روپے سالانہ خرچ کیے جارہے ہیں، اِس کے باوجود تعلیم کے مقصد کی تکمیل نہیں ہورہی ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ملک میں تعلیمی سہولتوں کی قابلِ لحاظ توسیع کے باوجود ُسب کے لیے تعلیم‘ کا مقصد اب تک ایک خواب ہے، دیہی اور شہری علاقوں کی آبادی کے ایک بڑے طبقے کو بنیادی، ثانوی اور اعلا تعلیم کی سہولتیں میسر نہیں اور جو کچھ ہیں وہ بھی طلبہ کی روز افزوں تعداد کے لحاظ سے کافی کم ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق ملک میں روایتی تعلیم کے موجودہ نظام کے تحت آبادی کے صرف 15 فیصد حصے کو ہی تعلیمی سہولتیں دستیاب ہیں، یونیورسٹیوں کو میسر وسائل کی غیر معمولی قلت کی وجہ سے مسائل مزید پیچیدہ ہوگئے ہیں، تعلیم کے خواہش مندوں کی تعداد اور تعلیمی سہولتوں کی کمی سے مختلف بدعنوانیاں پنپ رہی ہیں۔ رشوت، سفارش اور سیاسی دباؤ نے کمزور طلبہ کے لیے روایتی طریقۂ تعلیم حاصل کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور بنا دیا ہے اور اِسی لیے تعلیم کے ایک ایسے متبادل نظام کی ضرورت محسوس ہورہی ہے جو تمام لوگوں کو تعلیم یافتہ بنا سکے، وہ ہے غیر رسمی تعلیم جس کو مراسلاتی تعلیم، ہوم اسٹڈی (گھر پر تعلیم)، آزاد تعلیم، اُوپن لرننگ، ایکسٹرنل اِسٹڈی وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اِس نظام تعلیم کا تعلق ان تمام تعلیمی پروگراموں سے ہے جو ایک اسکول یا کالج کے طالبِ علم کو امتحان میں شرکت کرنے کا اہل بناتا ہے، نیز تعلیمی اداروں کے باقاعدہ کلاسوں میں شامل ہوئے بغیر اُن میں تعلیم کی لیاقت پیدا کرتا ہے، اِس کے علاوہ غیر رسمی تعلیم کے طلبہ کو مضامین کے انتخاب اور اُن کے مطالعہ کے لیے مواقع بھی فراہم کرتا ہے۔

مراسلاتی نصاب یعنی (ڈسٹنس ایجوکیشن) کے ذریعے حاصل کی جانے والی تعلیم کے بارے میں عام طور پر یہ تصوّر پایا جاتا ہے کہ وہ معیاری نہیں ہوتی یا پرائیویٹ طلبہ علم کے حصول میں سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کرتے ،لیکن دنیا میں اور ہمارے ملک میں جس تیزی کے ساتھ اِس طریقۂ تعلیم کو فروغ حاصل ہورہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اب اس بارے میں لوگوں کے شکوک وشبہات ختم ہورہے ہیں، سرکار کی طرف سے بھی یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ طلبہ فاصلاتی نصاب کے ذریعے جو تعلیم حاصل کررہے ہیں وہ معیاری ہے جب کہ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کا تو یہ کہنا ہے کہ رسمی تعلیم کے مساوی فاصلاتی تعلیم کی اسناد کو وزن ومقام حاصل ہے۔

فاصلاتی تعلیم کا آغاز سب سے پہلے 1840 میں اسحاق پٹ مین کے شارٹ ہینڈ کورسیز سے ہوا تھا، لیکن غیر رسمی تعلیم کے میدان میں اِس کا عام رواج 1869 کے دوران انگلینڈ میں ملٹن کینز میں اوپن یونیورسٹی کے قیام کے بعد ہوا اور آج پوری دنیا میں اِس غیر رسمی تعلیم کے 780 ادارے کام کررہے ہیں جن میں ڈھائی کروڑ طلبہ کا رجسٹریشن ہے۔

... (بقیہ صفحہ 7پر)

راجستھان میں اردو شاعری اور خداداد خاں مونسؔ

یسریٰ راحت

صوبہ راجستھان اردو شاعری میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ یہ صوبہ اپنی خوب صورتی کے ساتھ ساتھ اردو زبان وادب اور شعروشاعری کا بھی اہم مرکز رہا ہے۔ یہاں بڑے بڑے شعرا حضرات نے اپنی شاعرانہ صلاحیت سے لوگوں کا دل جیتا ہے اور ملک اور بیرونِ ملک میں راجستھان کا نام روشن کیا ہے۔

ان ہی شعرا حضرات میں ایک نام خداداد خاں مونسؔ کا بھی ہے جو دورِ حاضر کے ممتاز شاعر اور اردو ادب کے بےلوث خادم تھے جنھوں نے اپنی زندگی اردو ادب کی ترقی اور فروغ کے لیے وقف کردی۔ آپ میر و غالب کی روایت کے پاسدار تھے۔ آپ اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں سرگرم رہے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ سے آپ کو بہت عقیدت تھی، شاید اسی لیے بطورِ ناظم آپ درگاہ غریب نواز میں رہے۔

خداداد خاں مونسؔ مرحوم کا اصل نام محمد خداداد خاں تھا۔ آپ کے والدِ محترم منشی محمد ایوب خاں قصبہ جے پور کے ذی علم شخص تھے جن کا شمار معروف وُکلا میں ہوتا تھا۔ والدۂ محترمہ کبریٰ قضا جلال آباد، لوہارو کے ایک مہذب زمیندار خاندان سے تھیں۔ اِن کے نانا جان کا شمار مجاہدینِ آزادی میں ہوتا ہے۔

خدا داد خاں مونسؔ مرحوم صاحب ملازمت کے دوران بڑے بڑے منصبوں پر رہے، مثلاً سکریٹری راجستھان اردو اکیڈمی، ڈائرکٹر مولانا ابوالکلام آزاد عربی اور فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، راجستھان، مہارشی دیانند یونیورسٹی، اجمیر اور سب سے اہم منصب ناظمِ درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، اجمیر۔

آپ کی سادگی کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص اتنا بلند مرتبہ ہے۔ مندرجہ ذیل شعر آپ کی شخصیت کا عکاس معلوم ہوتا ہے:

الزام ہے مجھی پہ کہ بولا نہیں گیا
میں وہ کتاب ہوں جسے کھولا نہیں گیا

مونسؔ مرحوم کا اخلاقی معیار بہت بلند تھا، ہمیشہ مخلصانہ لہجے میں بات کرتے تھے۔ جب وہ بولتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے پھول جھڑ رہے ہوں، ان کو تیز آواز سے بات کرنا بھی نہیں آتا تھا۔ کسی کا دل دُکھانا مونسؔ صاحب نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ ملاحظہ فرمائیے:

فقیر ہیں ہم دعا ہی دیں گے
کسی نے دل بھی اگر دُکھایا

اردو ادب کی ترویج واشاعت کے لیے آپ ایک بےغرض خادم کی حیثیت سے عمر بھر کوشاں رہے۔ انھوں نے ادب کی حفاظت کو اپنی ذمے داری مانا۔ اردو ادب سے آپ کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی تمام عمر اس زبان وادب کی خدمت میں صرف ہوگئی۔ ان کو اپنی زبان وادب پر بڑا فخر وناز تھا:

تیرا اُردو پہ حق ہے مونسؔ
یہ پلی ہے ترے گھرانے میں

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سرزمینِ راجستھان میں آپ کی جو خدمات اردو زبان وادب کے لیے رہی ہیں، ان کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

روح جب رنج کے زمزم سے نکھر جاتی ہے
جسمِ فانی سے بھی اخلاق کی بو آتی ہے

اسکالر برکت اللہ یونیورسٹی، بھوپال (مدھیہ پردیش)
E-mail: rahatasra20@gmail.com
Mobile No. 8770888541

اردو دُنیا

دھلی کے سرکاری اسکولوں میں وائس پرنسپل کی 1027 اسامیوں پر بحالی کی تجویز منظور

نئی دہلی (12 فروری)۔ لیفٹیننٹ گورنر (ایل جی) ونے کمار سکسینہ نے دہلی کے سرکاری اسکولوں میں وائس پرنسپل کی 1027 خالی اسامیوں کو بحال کرنے کی تجویز کو منظوری دے دی ہے۔ یہ تمام پوسٹیں سال 15-2014 سے 2019 کے درمیان خالی ہوئی ہیں۔ راج نواس نے جاری بیان میں یہ جانکاری دی ہے۔ بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقررہ مدت میں ان تمام اسامیوں کو پُر نہ ہونے کی صورت میں اس عہدے کو خودکار طور پر ختم کرنے کا بھی التزام ہے۔ اس سلسلے میں ایک افسر نے کہا کہ کئی اسکولوں کو وائس پرنسپل کی کمی کی وجہ سے مسائل کا سامنا ہے۔ اسکولوں کے مسائل کے پیشِ نظر ایل جی نے شفافیت کو برقرار رکھنے اور کنٹریکٹ پر تقرریوں کو ختم کرنے کے لیے اس تجویز کو منظوری دی ہے۔ افسر کا کہنا ہے کہ یہ مسئلہ اس لیے پیدا ہوا ہے کیوں کہ محکمۂ تعلیم خالی اسامیوں کو پُر کرنے میں تاخیر کے پیشِ نظر ایڈہاک اور کنٹریکٹ کی بنیاد پر تقرریاں کر رہا تھا جب کہ وائس پرنسپل کی باقاعدہ بحالی ضروری ہے۔

ریکروٹمنٹ رولز کے مطابق وائس پرنسپل کی تمام اسامیاں پروموشن کے ذریعے پُر کی جاتی تھیں۔ موجودہ آر آر میں 18 اکتوبر 2018 کو ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے ترمیم کی گئی تھی۔ اس میں وائس پرنسپل کو کیڈر گروپ بی گزیٹڈ سے گروپ اے گزیٹڈ میں تبدیل کردیا گیا۔ وہ لوگ جو وائس پرنسپل کے طور پر کام کر رہے ہیں (اڈہاک بنیادوں پر ترقی دی گئی ہے)، یہ ایک عارضی انتظام ہے۔ اس کی کچھ حدود ہیں اور اسے جاری نہیں رکھا جاسکتا۔ افسر کا کہنا ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ پوسٹیں بنائی گئی تھیں وہ اب بھی موجود ہیں۔ (راشٹریہ سہارا۔ دہلی)

سنٹرل آرمڈ فورسس میں کانسٹبلس کی بھرتی کا امتحان

پہلی بار اردو اور تلگو میں بھی لکھنے کی سہولت

حیدرآباد (11 فروری)۔ سنٹرل آرمڈ فورسس جیسے سی آر پی ایف، بی ایس ایف اور سی آئی ایس ایف میں کانسٹبلس کی بھرتی کے لیے ہونے والے امتحانات پہلی مرتبہ 13 علاقائی زبانوں بشمول اردو اور تلگو میں بھی ہوں گے۔ یہ امتحانات 10 فروری سے 7 مارچ تک ہوں گے جس میں ملک بھر کے 128 شہروں سے 48 لاکھ امیدوار شرکت کریں گے۔ سی اے پی ایف میں کانسٹبل (جنرل ڈیوٹی) امتحان پہلی مرتبہ وزارتِ داخلہ نے علاقائی زبانوں بشمول ہندی اور انگریزی میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پریس ریلیز میں کہا گیا کہ یہ تاریخی فیصلہ مرکزی وزیرِ داخلہ امیت شاہ نے لیا ہے تاکہ مرکزی مسلح پولیس فورسس میں مقامی نوجوانوں کی شمولیت میں اضافہ ہوسکے اور علاقائی زبانوں کو فروغ حاصل ہو۔ ہندی اور انگریزی کے علاوہ پرچۂ سوالات اب 13 علاقائی زبانوں بشمول آسامی، بنگالی، گجراتی، مراٹھی، ملیالم، کنڑ، تامل، تلگو، اڑیہ، اردو، پنجابی، منی پوری اور کونکنی میں تیار کیے جائیں گے۔ وزارتِ داخلہ اور اسٹاف سلیکشن کمیشن نے ہندی اور انگریزی کے علاوہ 13 علاقائی زبانوں میں یہ امتحان منعقد کرنے کے سلسلے میں یادداشت مفاہمت پر دستخط کیے ہیں۔ (سیاست۔ حیدرآباد)

واجد اختر صدیقی کی قلمی کاوشیں لائقِ تعریف

——حمید سہروردی

گلبرگہ (18 فروری، ای میل)۔ محمد جاوید اقبال صدیقی (صدر مدرس گورنمنٹ اردو ہائر پرائمری اسکول بندر واڑ تعلقہ افضل پور ضلع گلبرگہ) کی اطلاع کے بہ موجب اردو افسانے کی ممتاز شخصیت اور نظم گو سخنور پروفیسر حمید سہروردی (سابق صدر شعبۂ اردو و فارسی گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ کرناٹک) کی خدمت میں آج ان کی رہائش گاہ 'سایبان' گلبرگہ پہنچ کر گلبرگہ کے معروف قلم کار، شاعر اور تدوین کار جناب واجد اختر صدیقی نے اپنی چوتھی کتاب 'نقشِ تحریر' (گلبرگہ کے معروف قلم کاروں پر تحریریں) پیش کی۔ کتاب کی پیش کشی سے قبل واجد اختر نے حمید سہروردی کو شال اوڑھا کر میمنٹو پیش کیا۔ اس موقع پر حمید سہروردی نے کتاب 'نقشِ تحریر' کی ورق گردانی کے بعد اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ واجد اختر نے کتاب میں گلبرگہ کے قلم کاروں کے فکر و فن کا عمدہ محاکمہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ واجد اختر نے علاقائی ادب کے فن کاروں کی تحریروں کو حسن و جمال، تناسب و توازن کی صورت گری عطا کی ہے۔ حمید سہروردی نے کہا کہ واجد اختر صدیقی نے بیس برس قبل کتاب 'تعلیم احتساب و توازن' میں تعلیمی موضوعات پر متاثر کن تحریریں لکھی تھیں۔ انھوں نے کہا کہ 'نقشِ تحریر' ان کی نثر نگاری کی ارتقائی شکل ہے اور ان کی گلبرگہ کے ادب کے حوالے سے قلمی کاوشیں لائقِ تعریف ہیں۔ حمید سہروردی نے واجد اختر کو تلقین کی کہ وہ گلبرگہ کے قلم کاروں اور شعر و ادب پر مزید توجہ دیں۔ گلبرگہ کے ادبی و تہذیبی موضوعات پر مختلف انداز سے قلم اٹھائیں۔ یاد رہے کہ واجد اختر صدیقی نے اپنے استادِ محترم ڈاکٹر وحید انجم مرحوم کے اشتراک سے ضلع گلبرگہ کے نامور قلم کاروں کا جامع انتخاب 'آفاق' مرتب کیا تھا۔ علاوہ ازیں واجد اختر نے حمید سہروردی کی ادبی خدمات پر کتاب 'نشاناتِ سہروردی' ترتیب و تدوین کی تھی۔ کتاب 'نقشِ تحریر' کا اجرا 28 جنوری 2024 کو گلبرگہ کے قدیم ادبی و تہذیبی ادارے انجمن ترقی اردو شاخ گلبرگہ کے زیرِ اہتمام محترمہ کنیز فاطمہ (ایم ایل اے شمال) کے ہاتھوں انجام پایا تھا۔

مولانا مظہرالحق عربی وفارسی یونیورسٹی میں

پی ایچ. ڈی کورس کا آغاز

پٹنہ (5 جنوری)۔ مولانا مظہرالحق عربی و فارسی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کورس کا آج باضابطہ آغاز ہوا۔ یونیورسٹی کا یہ پہلا پی ایچ ڈی کورس ہے۔ اس موقع پر ایک افتتاحی اجلاس منعقد کیا گیا جس سے خطاب کرتے ہوئے وائس چانسلر پروفیسر عالمگیر نے کہا کہ تحقیقی عمل کے بغیر یونیورسٹی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ خوشی کا موقع ہے کہ آج پی ایچ ڈی کورس کا آغاز ہوگیا اور ہم امید کرتے ہیں کہ ریسرچ اسکالر پوری محنت اور لگن سے اپنا تحقیقی کام انجام دیں گے۔ اس کے لیے ریسرچ کو ہر ممکن تعلیمی سہولت مہیا کرائی جائے گی۔ لائبریری کو بہتر بنایا جائے گا، ساتھ ہی ای لائبریری کا جلد ہی آغاز ہوگا جس سے قومی ہی نہیں بین الاقوامی سطح پر ریسرچ کی سہولتیں مہیا ہوسکیں گی۔ انھوں نے اس عزم کا اظہار بھی کیا کہ ہر شعبے میں ویڈیو کانفرنسنگ کا نظام قائم کیا جائے گا تاکہ دوسری یونیورسٹیوں سے بھی ریسرچ اسکالر کی ضرورت کے تحت تعاون فراہم کیا جاسکے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وائس چانسلر پروفیسر عالمگیر کی انتھک کوششوں سے ہی آج یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کورس کا آغاز ہوا۔ انھوں نے ریسرچ اسکالروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ آپ اپنے اپنے شعبے میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے، جس سے یونیورسٹی کا نام بھی روشن ہوگا۔ آپ کے لیے میری نیک خواہشات ہیں۔ انھوں نے یونیورسٹی کے اساتذہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بات بھی کہی کہ آپ ریسرچ اسکالر کی بہتر رہنمائی کریں اور ان کا تعاون کریں تاکہ انھیں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے۔ واضح رہے کہ آج کورس ورک کے جنرل پیپر کی شروعات ہوئی جس میں یونیورسٹی کے تمام شعبوں کے ریسرچ اسکالرز ایک ساتھ شامل ہوں گے۔ اس میں تحقیق کے اصول اور مبادیات بتائے جائیں گے جو تین مہینے کے کورس پر مشتمل ہے۔ آج کی افتتاحی تقریب میں یونیورسٹی کے ڈین ہیومنیٹیز ڈاکٹر اعجاز عالم، ڈین ایجوکیشن ڈاکٹر اسد اللہ خاں، یونیورسٹی کے رجسٹرار کرنل کامیش کمار اور ریسورس پرسن پروفیسر شہناز مرزا نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ (قومی تنظیم۔ پٹنہ)

انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کی اڈہاک کمیٹی کی میٹنگ

رانچی (پریس ریلیز، 28 جنوری)۔ امن گرین سٹی پنداگ کے روڈ نمبر 3A میں واقع نگارولا میں اردو بیداری مہم کے تحت انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کی اڈہاک کمیٹی کی توسیعی میٹنگ جناب شریف حسن مظہری کے زیرِ صدارت منعقد کی گئی۔

ڈاکٹر رام داس عرف جاوید اشرف کے شعری مجموعے 'انتخاب و انقلاب کلام' کا اجرا بدست شریف حسن مظہری، ڈاکٹر جمشید قمر، غفران اشرفی، ماسٹر امان اللہ، نجمہ ناہید، یاسمین لال، شکیل انور، رام داس، ڈاکٹر محفوظ عالم، ارشد حیدر اور محمد مجیب انجام پایا۔

شریف حسن مظہری نے میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے حاضرین مجلس سے گزارش کی کہ اپنی ثقافت اور تہذیب وتمدن کو تحفظ دینا ہے تو اردو کو اپنے گھروں سے نہ نکالیں، اپنے بچوں کو اردو ضرور پڑھائیں، اپنے گھروں میں اردو اخبارات و رسائل منگوائیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ اردو کی بہتری اور ترقی کے لیے انجمن ترقی اردو کو مضبوط کریں۔

سیّد غفران اشرفی (سجادہ نشیں بیٹھو شریف) نے کہا کہ اردو زبان کی خدمت اصل میں اپنی تہذیب وثقافت کی خدمت ہے۔

ڈاکٹر جمشید قمر نے انجمن ترقی اردو کی تاریخی اہمیت پر بولتے ہوئے کہا کہ یہ ہندستان کی پہلی اور سب سے پرانی لسانی تنظیم ہے جو صرف اردو زبان کے فروغ کے لیے وجود میں آئی تھی، اردو کی حفاظت کے لیے اسے استحکام بخشنا ہماری ذمہ داری ہے۔

مرکزی نمائندہ اور کنوینر ایم. زیڈ. خان نے اب تک کی سرگرمیوں کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ ہمارا مقصد انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کو اردو آبادی کی واحد نمائندہ تنظیم بنانا ہے تاکہ حکومتِ وقت تک ہماری آواز پہنچ سکے۔ ڈاکٹر نجمہ ناہید انصاری، یاسمین لال، ماسٹر امان اللہ، ڈاکٹر محفوظ عالم اور شکیل انور نے بھی اردو کے فروغ وترویج کے تعلق سے کئی مفید مشورے دیے۔

اردو آبادی کو انجمن سے جوڑنے کے لیے بلاک اور پنچایت کی سطح پر میٹنگ کے انعقاد پر اتفاق کیا گیا۔ انکی، کانکے اور نگڑی بلاک کے علاوہ بریاتو، بڑگائیں اور کانٹا ٹولی میں میٹنگ کے انعقاد پر وہاں کے مقامی لوگوں سے رابطے کیے جارہے ہیں۔ شرکائے مجلس میں خصوصی طور پر ارشد حیدر، محمد شاہد، محمد عارف، محمد مجیب، محمد رضوان اختر، ڈاکٹر رام داس، مبین احمد، شکیل انور، محمد عدیل الزماں خان، محمد شمیم اور توصیف خان وغیرہ شامل تھے۔ ماسٹر امان اللہ کے اظہارِ تشکر کے بعد میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

(ایم. زیڈ. خان)

◆◆◆

اردو میڈیم کی مخصوص اسامیاں امیدواروں کی عدمِ دستیابی کی صورت میں اوپن زمرے سے پُر کی جائیں

پونے (11 فروری)۔ مہاراشٹر اسٹیٹ اولڈ پنشن رائٹس ایسوسی ایشن کے ریاستی ترجمان اور پیپی ٹو ہیلپ فاؤنڈیشن کے بانی صدر شیخ عبدالرحیم نے ایجوکیشن کمشنر آفس جاکر ریاستی اسکول ایجوکیشن کمشنر سورج جی مانڈھرے سے ملاقات کی اور تفصیلی بات چیت کے بعد ایک محضر پیش کیا۔ سب سے پہلے تو نظامِ تعلیم کے ذریعے اردو میڈیم کی کُل 1850 سیٹوں کے اشتہارات شائع کر کے اردو میڈیم کے ساتھ انصاف کرنے پر ایجوکیشن کمشنر کو مبارک باد دی اور شکریے کا اظہار کیا اور کہا کہ چوں کہ مذکورہ اسامیوں کی تشہیر پوائنٹ لسٹ کی بنیاد پر کی جاتی ہے، اس لیے یہ حقیقت ہے کہ 'کچھ' مخصوص اسامیوں کے لیے امیدوار دستیاب نہیں ہوتے ہیں اور یہی مسئلہ ہر تدریسی عہدے پر بھرتی میں بھی پیدا ہوتا ہے، لہٰذا حکومت نے حکومتی فیصلے مورخہ 6 اگست 2001 اور 7 دسمبر 2001 کو جاری کیے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں حکومتی فیصلوں کے مطابق خالی اسامیوں کو اوپن زمرے سے پُر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ محضر میں گزارش کی گئی ہے کہ پوتر پورٹل پر 'نیوز بلیٹن' میں ایک نوٹیفکیشن شائع کر کے امیدواروں کے درمیان پیدا ہونے والی الجھن کو دور کریں کہ اگر اردو میڈیم میں مشتہر کردہ مخصوص اسامیوں کے لیے امیدوار دستیاب نہیں ہوتے ہیں تو ان اسامیوں کو 'اوپن زمرے' سے پُر کیا جانا چاہیے۔ ریاستی کمشنر آف اسکول ایجوکیشن سورج مانڈھرے کے ساتھ ایجوکیشن کمشنر کے دفتر کے ڈپٹی ڈائرکٹر آف ایجوکیشن ڈاکٹر شری رام پانجھاڑے سے بھی ملاقات کی گئی اور انھیں بھی محضر کی نقول دی گئیں۔

(ممبئی اردو نیوز۔ ممبئی)

زبان بنیادی طور پر خیالات کی ترسیل اور مکالمہ قائم کرنے کا ذریعہ ہے: معصوم مرادآبادی

شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے زیرِ اہتمام توسیعی خطبے کا انعقاد

نئی دہلی (پریس ریلیز، 15 فروری)۔ شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے زیرِ اہتمام ہر سال کی طرح امسال بھی توسیعی خطبے کا انعقاد کیا گیا۔ معروف صحافی اور ادیب جناب معصوم مرادآبادی نے 'ادب و صحافت میں زبان کی اہمیت' کے موضوع پر گراں قدر خطبہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ زبان خیالات کی ترسیل کے علاوہ تہذیبی اور سماجی ضرورت بھی ہے۔ زبان انسان اور دیگر مخلوقات کے درمیان فرق کرنے کا وسیلہ ہے۔ اچھی اور سچی زبان پر قدرت نہ ہو تو تحریر دیرپا نہیں ہوتی اور اپنی تاثیر کھو دیتی ہے۔ تحریر کی مشق اچھی تحریروں کے کثیر مطالعے سے پیدا ہوتی ہے۔ کثرتِ مطالعہ کے بغیر اچھی اور موثر تحریر لکھنا ناممکن ہے۔ مہمان مقرر نے مزید کہا کہ کفایتِ لفظی ہر قسم کی تحریر کے لیے ضروری ہے لیکن صحافتی تحریر میں کفایتِ لفظی کی خاص اہمیت ہے۔ ماضی میں وہی ادیب اور صحافی اڈیٹر کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کرنے میں کامیاب رہے جنھیں کفایتِ لفظی کا ہنر آتا تھا۔ آج زبان کے تعلق سے اردو صحافت کی صورتِ حال خاصی بے راہ روی کا شکار ہے۔ صحافت میں ترسیل کی بنیادی اہمیت ہے لیکن درست زبان کے بغیر کامیاب ترسیل ناممکن ہے۔ صدر شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ پروفیسر احمد محفوظ نے صدارتی تقریر میں مہمان مقرر کی صحافتی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ صحافتی تحریر کے قارئین میں عوام و خواص دونوں شامل ہیں لیکن خواص کے بالمقابل عوام کی تعداد زیادہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کثرتِ مطالعہ کی بنا پر تخلیقی اور ادبی تحریروں سے زیادہ صحافتی تحریریں پڑھی جاتی ہیں۔ لہٰذا صحافی کو زبان کے تعلق سے زیادہ حساس اور ذمہ دار ہونا چاہیے۔ اگر غلط زبان کا احساس نہ کیا جائے تو اصلاح کی گنجائش ہی نہیں رہتی، اس لیے غلط زبان کا اعتراف کرنا اور غلطی کو درست کر لینا ذمہ داری کے احساس کا مظہر ہے۔ خطبے کی نظامت پروفیسر شہزاد انجم نے انجام دی۔ شعبے کے استاد ڈاکٹر شاہ نواز فیاض کی تلاوتِ کلام پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ آخر میں ڈاکٹر راہین شمع نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

اس موقعے پر پروفیسر کوثر مظہری، پروفیسر خالد جاوید، پروفیسر ندیم احمد، پروفیسر عمران احمد عندلیب، پروفیسر سرور الہدیٰ، ڈاکٹر شاہ عالم، ڈاکٹر خالد مبشر، ڈاکٹر سید تنویر حسین، ڈاکٹر مشیر احمد، ڈاکٹر محمد مقیم، ڈاکٹر محمد آدم، ڈاکٹر جاوید حسن، ڈاکٹر نوشاد منظر، ڈاکٹر ثاقب عمران، ڈاکٹر روبینہ شاہین، ڈاکٹر خوشتر زریں ملک اور ڈاکٹر غزالہ فاطمہ کے علاوہ بڑی تعداد میں شعبے کے ریسرچ اسکالر اور طلبہ و طالبات موجود تھے۔

ورنگل میں تلنگانہ اردو ورکنگ جرنلسٹ فیڈریشن کا اجلاس

مختلف امور پر تبادلۂ خیال، عنقریب کُل ہند مشاعرہ منعقد کرنے کا فیصلہ

ورنگل (8 فروری)۔ تلنگانہ اردو ورکنگ جرنلسٹ فیڈریشن (TUWJF) متحدہ ورنگل کا گیسٹ ہاؤس ایل بی نگر ورنگل میں جنرل باڈی اجلاس کا انعقاد عمل میں لایا گیا۔ اس اجلاس میں مجوزہ پروگراموں سے متعلق تبادلۂ خیال کیا گیا اور کہا گیا کہ تمام صحافی بہتر تال میل کے ذریعے متحدہ طور پر کاموں کو انجام دیں۔ اجلاس میں ریاستی وزیر اور ارکانِ اسمبلی سے ملاقات، ورنگل کے سرکاری محکموں کے سائن بورڈوں پر دیگر زبانوں کے ساتھ اردو تحریر کرنے سے متعلق نمائندگی، تعمیر کیے گئے ڈبل بیڈ رومس اہل اور مستحق جرنلسٹوں کو فراہمی اور دیگر امور سے متعلق تبادلۂ خیال کیا گیا۔ اس اجلاس میں فیڈریشن کی جانب سے عنقریب ورنگل میں کُل ہند مشاعرے میں ریاستی وزیر کے علاوہ دیگر سیاسی قائدین اور معززینِ شہر کے علاوہ ٹی یو ڈبلیو جے ایف کے ریاستی قائدین اور دیگر اہم شخصیتوں کو مدعو کرنے سے متعلق غور و خوض کیا گیا۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں 'افسانے کی روایت اور فن' کے موضوع پر پروفیسر غضنفر کا توسیعی خطبہ

نئی دہلی (پریس ریلیز، 14 فروری)۔ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں پروفیسر غضنفر نے ایک توسیعی خطبہ 'افسانے کی روایت اور فن' کے موضوع پر دیا جس میں استقبالیہ کلمات اسسٹنٹ پروفیسر نصیب علی چودھری نے پیش کیے۔ انھوں نے اپنے مہمانِ خصوصی پروفیسر غضنفر کا تعارف کراتے ہوئے ان کے فن کی مختلف جہات بیان کیں اور کہا کہ آپ ایک اچھے فکشن نگار کے ساتھ ساتھ ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔ ساتھ ہی آپ اردو ادب کے ایک اچھے خاکہ نگار اور تنقید نگار بھی ہیں۔

پروفیسر غضنفر کی گفتگو سے طلبہ بہت مستفیض ہوئے۔ ان کی باتیں پُرمغز تھیں۔ انھوں نے کئی چیزوں کو سامنے رکھ کر افسانے کے فن، اس کی روایت اور اس میں عہد بہ عہد ہونے والی تبدیلیوں کی نشان دہی کی۔ آپ کی چند کتابوں میں کہانی انکل، کینچلی، وش منتھن، مثنوی کرب جان، مانجھی، دویہ بانی، روئے خوش رنگ اور پارکنگ ایریا وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی گفتگو فنونِ لطیفہ سے شروع ہوئی اور اس کی شاخ ادب پر سیر حاصل کلام کیا۔ ان کی کچھ باتیں: 'زبان ادب کے اظہار کا وسیلہ ہے'، 'ادب کا اصل مقصد انسانی قدروں کو اجاگر کرنا' ہے۔ انھوں نے کتھارسس یعنی تزکیۂ نفس کو افسانے کے پیرایے میں بیان کیا۔ انھوں نے پریم چند اور معاصرینِ پریم چند، ترقی پسندی سے وابستہ افسانہ نگار اور آزادی کے بعد افسانہ نگاروں میں ذہنی و فکری جو تبدیلیاں ہوئیں ان کی وضاحت کی۔

صدارتی خطبہ پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین صاحب نے دیا۔ اردو کے حوالے سے کم وقت میں زیادہ باتیں سمیٹنے کی کوشش کی۔ انھوں نے پورے سینٹرل ایشیا کی زبانوں کا محاسبہ کر کے اردو کی بقا پر سنجیدہ گفتگو کی۔ ساتھ ہی انھوں نے پروفیسر غضنفر کی تخلیقی جہات پر سیر حاصل گفتگو کی اور ان کے افسانوں اور ناولوں کو عہدِ حاضر کے مسائل سے جوڑ کر اس کی اہمیت و افادیت کو پیش کیا۔

اس توسیعی خطبے نے طلبہ و طالبات کی دل جوئی میں ایک اہم کردار انجام دیا جس سے طلبہ کے مستقبل کے لیے نئی راہیں ہموار ہوئیں۔ لیکچر کے آخر میں طلبہ و طالبات نے فکشن اور اردو کی موجودہ صورتِ حال کے متعلق متعدد سوال کیے جن کے تشفی بخش جوابات مہمانِ خصوصی پروفیسر غضنفر صاحب کی طرف سے دیے گئے۔

رفتید ولے نہ از دلِ ما

فاروق نازکی

سری نگر۔ وادیِ کشمیر سے تعلق رکھنے والے معروف براڈ کاسٹر اور ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ شاعر فاروق نازکی 6 فروری 2024 کو انتقال کر گئے۔ وہ 83 برس کے تھے۔ خاندانی ذرائع کے مطابق فاروق نازکی نے کٹرہ کے نارائن اسپتال میں زندگی کی آخری سانسیں لیں۔ وہ طویل عرصے سے صاحبِ فراش تھے۔ علاج و معالجے کے لیے وہ کٹرہ میں تھے جہاں ان کا فرزند ایک بڑے سپر اسپیشلٹی اسپتال میں بحیثیت ڈاکٹر تعینات ہیں۔ مرحوم کے پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک فرزند اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ 14 فروری 1940 کو بانڈی پورہ میں پیدا ہونے والے فاروق نازکی نے اپنے کیریر کا آغاز روزنامہ 'زمیندار' میں ایک صحافی کی حیثیت سے کیا اور اس دوران وہ ایک کیجول نیوزی ریڈر کے طور پر بھی کام کرتے تھے۔ بعد ازاں انھوں نے اپنی ذہانت و ذکاوت اور خداداد صلاحیتوں سے کامیابی و کامرانی کے کئی محاذ سر کیے اور وادی کے صحافتی و ادبی افق پر ایک تابدار ستارے کی طرح روشن ہو گئے۔ مرحوم نے 1986 سے 1987 تک دوردرشن اور آل انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیے اور سال 2000 میں وہ دوردرشن کے ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل کے طور پر نوکری سے سبکدوش ہو گئے۔ علاوہ ازیں وہ جموں و کشمیر کے وزیرِ اعلا ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے طویل عرصے تک میڈیا مشیر بھی رہے اور بعد ازاں ان کے فرزند عمر عبداللہ کے بھی کچھ وقت تک میڈیا ایڈوائزر رہے۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحوم کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (ادارہ)

کرافٹ میں شاہ جی نگر میونسپل اردو اسکول نمبر 1 کی نمایاں کامیابی

ممبئی (12 فروری)۔ ممبئی کے محکمۂ تعلیم کی جانب سے طلبہ و طالبات کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے مختلف قسم کے مقابلے منعقد ہوتے ہیں۔ اس سال بھی متعدد مقابلوں کے ساتھ کرافٹ مقابلہ بھی وارڈ کی سطح پر منعقد ہوا۔ اس مقابلے میں شاہ جی نگر میونسپل اردو اسکول نمبر 1 کی طالبہ عاطفہ عبدالقدیر انصاری نے دوم مقام حاصل کر کے اپنے اسکول کا نام روشن کیا ہے۔ اس طالبہ کو کرافٹ ٹیچر سویتا میم کی خصوصی رہنمائی حاصل رہی ہے۔ اس موقعے پر اسکول کے جملہ اسٹاف نے بچی کو مبارک باد پیش کی اور صدر مدرسہ شاہجہاں شفیق احمد نے کہا کہ نصاب کے ساتھ ہی ثقافتی سرگرمیاں بھی طلبہ کی ہمہ جہت ارتقا کا وسیلہ بنتی ہیں لہٰذا اس طرح کی سرگرمیوں میں ہر ایک طالبِ علم کو حصہ لینا چاہیے۔ (اردو ٹائمز۔ ممبئی)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : برادرِ شبلی مہدی حسن اور اُن کے مکاتیبِ لندن
مصنف : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
ضخامت : 176 صفحات
قیمت : 300 روپے
ملنے کا پتا : ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، انصاری روڈ، دریا گنج نئی دہلی-110002
تبصرہ نگار : محمد عرفات اعجاز اعظمی

حافظ محمد مہدی حسن بیرسٹر [1897] اعلا تعلیم یافتہ ذہین وطباع اور زندہ دل انسان تھے، منجھے ہوئے انشا پرداز اور بہترین نثر نگار تھے۔ ان کے نثری نمونے جو مکاتیب کی شکل میں محفوظ رہ گئے ہیں، وہ انھیں اردو کے صفِ اول کے مکتوب نگاروں میں شامل کرتے ہیں۔ ان کے مکاتیب میں جو تازگی اور گل افشانی ملتی ہے، وہ اردو کے کم مکتوب نویسوں کے یہاں پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ابنِ فرید نے انھیں شبلی وغالب کے درمیان کا مکتوب نویس قرار دیا ہے۔ [برادرِ شبلی مہدی حسن: ص9] مہدی حسن کے مکاتیبِ لندن کا مطالعہ ڈاکٹر ابنِ فرید کے اس تاثر کو زائل نہیں کرتا بلکہ اس میں مزید پختگی پیدا کردیتا ہے۔ شیخ محمد اکرام کا خیال ہے کہ 'مکاتیبِ مہدی میں ایک ادبی شان ہے۔' [برادرِ شبلی مہدی حسن: ص8] اس ادبی شان کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر ابنِ فرید نے لکھا ہے:

''جہاں وہ (مہدی حسن) گل افشانی پر اتر آتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک شوخ وشنگ پہاڑی ندی ہے جو اردو کی ناتراشیدہ چٹانوں کے درمیان اچھلتی، کودتی، بھاگتی، مڑتی، بل کھاتی چلی جارہی ہے۔''
[برادرِ شبلی مہدی حسن: ص9]

مہدی حسن کے مکاتیب کی رعنائی وزیبائی نے کئی اہلِ علم کی توجہ اپنی جانب منعطف کرائی اوران کا مرکزِ توجہ بنی، جن میں سرِفہرست شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر ابنِ فرید اور ڈاکٹر عبدالباری شبنم سبحانی ہیں۔ ڈاکٹر ابنِ فرید نے مہدی حسن کے مکاتیبِ لندن کے مطالعے کے بعد 1963 میں ایک مقالہ 'محمد مہدی کے مکاتیبِ لندن' کے عنوان سے لکھا اور ماہنامہ 'آجکل' دہلی میں شائع کیا، پھر یہی مقالہ ماہنامہ 'ادیب' علی گڑھ میں نقل ہوا۔ اس مقالے کے ذریعے مہدی حسن کی مکتوب نگاری کا غلغلہ جب بلند ہوا تو اہلِ ذوق نے مکاتیب کی اشاعت کا تقاضا شروع کیا۔ چناں چہ ڈاکٹر ابنِ فرید نے 'شوق کا دفتر کھلا' کے عنوان سے مہدی حسن کے پانچ خطوط دو قسطوں میں ماہنامہ 'ادیب' علی گڑھ میں شائع کیے۔ ڈاکٹر ابنِ فرید ہی کے توسط سے 'یادگارِ شبلی' کے مصنف شیخ محمد اکرام کے ہاتھ مکاتیبِ مہدی حسن لگے، مطالعے کے بعد شیخ محمد اکرام نے مہدی حسن کی شخصیت کے سلسلے میں لکھا کہ 'وہ ایک حوصلہ مند شخصیت کے ترجمان ہیں اور ان میں بڑا کس بل ہے۔' خاندانِ شبلی کو سمجھنے کے لیے ان مکاتیب کے مطالعے کو مفید سے بڑھ کر ضروری قرار دیا اور مکاتیبِ مہدی کی اشاعت کو اردو میں بیش قیمت اضافہ قرار دیتے ہوئے لکھا:

''امید ہے کہ ان کی شاعت کی سبیل پیدا ہوجائے گی جس سے اردو ادب میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوجائے گا۔''
[یادگارِ شبلی: ص25,26]

افسوس کہ شیخ محمد اکرام کی اشاعت کی امید برسوں بعد بارآور ہوئی، وہ بھی ناتمام وناقص۔ ناتمام وناقص اس لحاظ سے کہ ڈاکٹر ابنِ فرید نے مکاتیبِ مہدی کی جو تعداد بتلائی ہے وہ 62 ہے اور ڈاکٹر شبنم سبحانی تک پہنچتے پہنچتے وہ تعداد گھٹ کر 50 ہوگئی اور ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے تلاش وجستجو کے بعد جو مکمل مکاتیب اور نامکمل اقتباسات بہم پہنچائے ہیں، ان کی تعداد 54 ہے۔ ظاہر ہے نصف صدی کا عرصہ ایک لمبی مدت ہوتی ہے جو کسی بھی شے کی دریدگی اور ناقابلِ استفادہ ہونے کے لیے کافی مدت ہے۔ اگر سن وسال کا شمار کیا جائے تو ان مکاتیب کے لکھے جانے اور مدون ہونے کے درمیان تقریباً 150 سال کا لمبا فاصلہ ہے۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے اس فاصلے کو کیسے سمیٹا ہوگا اور سرد وگرم چشیدہ کاغذات کو کیسے پڑھا اور منظّم کیا ہوگا، وہ انھی کا پتّہ جانتا ہوگا۔ اس کتاب کی ترتیب وتدوین کی مشکلات کا کچھ ذکر ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے کتاب کے دیباچے میں کیا ہے۔ اس نوع کا کام کرنے والے لوگ اچھی طرح سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس قسم کے کام میں کس درجے کے صبر اور استقلال وحوصلے کی ضرورت پڑتی ہے۔ بسا اوقات ایک ایک سطر میں مہینوں بسر کرنے پڑتے ہیں تب جا کر کہیں عقدہ کھلتا ہے۔

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی علامہ شبلی اور ان کے متعلقات پر جس تسلسل، لگن اور دل جمعی سے کام کررہے ہیں، وہ انھی کا حصہ ہے۔ اس کی کوئی دوسری مثال اردو کے حلقے میں مشکل سے ملے گی۔ علامہ شبلی اور ان کے متعلقات پر ان کی نگاہ بڑی عمیق اور وسیع ہے۔ مکاتیبِ مہدی بھی علامہ شبلی کی تفہیم کا ایک روزن ہے، جس کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی، جس کی وجہ سے وہ روزن ابھی تک بند چلا آرہا تھا۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کو برسوں پہلے اس روزن کو وا کرنے کا خیال آیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ 'چوں کہ مطالعاتِ شبلی میں ان کی (مکاتیبِ مہدی حسن) کی اہمیت مسلم ہے، اس لیے انھیں یک جا کتابی صورت میں شائع ہونا چاہیے۔' [برادرِ شبلی مہدی حسن: ص12]

ان کے اسی خیال کی تجسیم وتعبیر یہ کتاب 'برادرِ شبلی مہدی حسن اور ان کے مکاتیبِ لندن' ہے۔ کتاب تین حصوں میں ہے: پہلے حصے میں مکتوب نگار مہدی حسن کے احوال ہیں۔ مہدی حسن کی ذات وصفات اور ان کی سوانح زندگی سے متعلق دستیاب تمام معلومات کو بہترین انداز اور دل نشیں اسلوب میں جمع کردیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ ان کی مکتوب نویسی کی خصوصیات وامتیازات بھی ذکر کردیے گئے ہیں۔ یہ اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ اس سے مہدی حسن کی افتادِ طبع اور ان کے قلم کی رعنائی بہ یک نگاہ سامنے آجاتی ہے۔

دوسرے حصے میں مہدی حسن کے تمام دستیاب نادر وغیر مطبوعہ خطوط کو تاریخ وار نقل کیا گیا ہے۔ ان مکاتیب کے مطالعے سے بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بہترین انشا پرداز اور بے تکلف قسم کے انسان تھے۔ مکتوب کو ملاقات کے قالب میں ڈھالنا اور تصنع وتکلف سے ماورا مجلسی رنگ میں رنگنا ان کو خوب آتا تھا۔ بعض مکاتیب میں وہ اپنے والد سے اس قدر بے تکلف ہوگئے ہیں کہ مشرق پسند طبیعتوں کو گراں گزرے۔ ایسے مواقع پر ان کی رنگین بیانی اور گفتار کی گل افشانی لطف کو دوبالا کردیتی ہے۔

تیسرے حصے میں مکاتیبِ مہدی پر توضیحی حواشی لکھے گئے ہیں جس میں اشخاص ورجال سے خاص طور سے تعرض کیا گیا ہے۔ غیر معروف اشخاص ورجال کے بارے میں معلومات بہم پہنچانا، ایک مشکل عمل ہے، جس سے عہدہ برآ ہونے میں پتّہ پانی ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی اس مشکل مرحلے میں بھی کھرے اترے ہیں اور مکتوبات میں مذکور بیشتر لوگوں کا سراغ نکال لائے ہیں۔

یہ ایک مفید اور ضروری کام تھا جو ابھی تک پردۂ عدم میں تھا اور زبان وادب اور انشا پردازی ومکتوب نگاری کے تعلق سے برسوں سے ایک قرض تھا جو نسل درنسل منتقل ہوتا چلا آرہا تھا، جسے ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے بہ حسن وخوبی اتارنے کی کوشش کی ہے اور وہ اپنی اس سعی میں کامیاب رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا اس سلسلے میں خیال ہے:

''مطالعاتِ شبلی میں بیرسٹر مہدی حسن اور ان کے مکاتیب کی اہمیت کے پیشِ نظر ناچیز نے اردو کے اس بھولے بسرے ادیب وانشا پرداز کے مکتوبات سے دل چسپی لی۔ ان کے (مہدی حسن) کے حالات وسوانح اور آثار وباقیات نہایت تلاش وتفحص سے یک جا کیے اور برسوں سے ہم پر مہدی حسن مرحوم کا جو قرض تھا، اسے ادا کرنے کی کوشش کی۔ اب مہدی حسن کے مکاتیبِ لندن آپ کے ہاتھوں میں ہیں اور آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ ان کی اشاعت کس قدر ضروری تھی۔'' [برادرِ شبلی مہدی حسن: ص10-11]

کتاب کی طباعت عمدہ اور حسنِ باطنی کی طرح حسنِ ظاہری سے بھی آراستہ ہے۔ صفحات 176 ہیں اور قیمت 300 روپے ہے۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ ملنے کے پتے میں دہلی، علی گڑھ، ممبئی، لکھنؤ، حیدرآباد، پٹنہ اور کشمیر کے بڑے مکتبوں کے نام دیے گئے ہیں۔

◆◆◆

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
ادارے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق وتوازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر…	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشر	400/-
کھُلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
وقائعِ بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem (میراجی)	بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشر	600/-
اُردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-

بقیہ: اشاریہ ہماری زبان 2022-23

(صفحہ 8 سے آگے)

• شمس الرحمٰن فاروقی: علامتوں کے صحرا کا مسافر	ڈاکٹر انیس صدیقی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۲۲ تا ۲۸رفروری ۲۰۲۳ء
• تخلیقی وتنقیدی ستارے	ڈاکٹر سکندر حیات میکن	پروفیسر محمد صابر	یکم تا ۷رمارچ ۲۰۲۳ء
• سخن شناسی (تنقیدی مضامین)	ڈاکٹر مقبول احمد مقبول مرتّب: محمد عظمت الحق	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
• خواتینِ تمل ناڈو کی روشن تحریریں	علیم صبا نویدی مرتّب: ڈاکٹر جاویدہ حبیب	ڈاکٹر رضیہ حامد	۸ تا ۱۴رمارچ ۲۰۲۳ء
• اردو غزل: سمت ورفتار	ڈاکٹر سلیم انور	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
• دُرِّ معنی: مقالات، تاثرات، تبصرات	ڈاکٹر شرف الدین ساحل	محمد اسد اللہ	۱۵ تا ۲۱رمارچ ۲۰۲۳ء
• بیانِ شبلی (۲)	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
• وفیاتِ برہان	ڈاکٹر تبسم صابر	محمد اویس سنبھلی	۲۲ تا ۲۸رمارچ ۲۰۲۳ء
• رومی کے افسانے	پروفیسر اسلم جمشید پوری	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۷راپریل ۲۰۲۳ء
• سمندر کو بتانا پڑے گا	کشور عدیل جعفری	پروفیسر شاہد کمال	۸ تا ۱۴راپریل ۲۰۲۳ء
• محاکمہ (تجزیے، تبصرے، دیباچے)	ڈاکٹر مقبول احمد مقبول مرتّب محمد عظمت الحق	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
• ڈاکٹر عبدالقادر فاروقی: حیات وجہات	سلطان اختر	سعید اختر اعظمی	۱۵ تا ۲۱راپریل ۲۰۲۳ء
• صادق کے ہندی مضامین	ابراہیم افسر	محمد انعام برنی	// //
• امیر خسرو: شخصیت، فکروفن اور تصوف	ڈاکٹر ذاکر حسین ذاکر	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	یکم تا ۷رمئی ۲۰۲۳ء
• اردو کا آغاز، ارتقا اور مدھیہ پردیش	کوثر صدیقی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
• فصلِ زیاں	وارث رفیع	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	۸ تا ۱۴رمئی ۲۰۲۳ء
• نیل المراد (قصیدہ بانت سعاد)	رئیس احمد نعمانی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
• زاویۂ نگاہ	ڈاکٹر فرحت خاتون	سعید اختر اعظمی	۱۵ تا ۲۱رمئی ۲۰۲۳ء
• بچوں کی زمین سے (نظمیں)	محمد اسد اللہ	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
• اثراتِ شبلی (اول ودوم)	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	اُسامہ ارشاد معروفی قاسمی	یکم تا ۷رجون ۲۰۲۳ء
• نگارخانۂ راجستھان	ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی	سعید اختر اعظمی	۸ تا ۱۴رجون ۲۰۲۳ء
• دوزرد غزال دوپہر کے	صابر ظفر	ڈاکٹر شبیر احمد قادری	۱۵ تا ۲۱رجون ۲۰۲۳ء
• مشہد حسین	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری	سعید اختر اعظمی	// //
• تصانیفِ شبلی کے تراجم	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۲۲ تا ۲۸رجون ۲۰۲۳ء
• مجھے اِک بات کہنی ہے	پروفیسر شاہد کمال	ڈاکٹر شبیر احمد قادری	یکم تا ۷رجولائی ۲۰۲۳ء
• مسکرانا منع ہے	منظور وقار	سعید اختر اعظمی	۸ تا ۱۴رجولائی ۲۰۲۳ء
باتیں بچوں کی (بچوں کے سات کہانی کاروں کی زبانی)	ڈاکٹر غضنفر اقبال	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۷راگست ۲۰۲۳ء
منزل منزل سایہ (مجموعۂ نعت)	ابوذر انصاری	ڈاکٹر ظہیر حسن ظہیر	۸ تا ۱۴راگست ۲۰۲۳ء
افاداتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	سعید اختر اعظمی	۱۵ تا ۲۱راگست ۲۰۲۳ء
نقوشِ اوّلین	حافظ ولی احمد خاں	سعید اختر اعظمی	۲۲ تا ۲۸راگست ۲۰۲۳ء
حاجی نذیر احمد کے سفرِ حج کی مختصر روداد	ڈاکٹر عمیر منظر	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۸ تا ۱۴رستمبر ۲۰۲۳ء
تاریخِ مرادآباد	معصوم مرادآبادی	ڈاکٹر محمد آصف حسن	۱۵ تا ۲۱رستمبر ۲۰۲۳ء
چراغِ تصوف (سوانح حیات)	شاذ رمزی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
رشید حسن خاں کے تحقیقی وتدوینی متعلقات	ڈاکٹر ابراہیم افسر	اُسامہ ارشاد معروفی قاسمی	۲۲ تا ۲۸رستمبر ۲۰۲۳ء
کشتیاں رودِ دانش کی	محبوب خاں اصغر	اسلم عمادی	یکم تا ۷راکتوبر ۲۰۲۳ء
اردو ناول: سمت ورفتار	مصنّف: پروفیسر علی احمد فاطمی مرتّب: ڈاکٹر جگد مبا دوبے	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۸ تا ۱۴راکتوبر ۲۰۲۳ء
اردو کا ادرا کی تنقیدی دبستان	فرحت عباس شاہ	پروفیسر شاہد کمال	۱۵ تا ۲۸راکتوبر ۲۰۲۳ء
علامہ شبلی اور انجمن ترقی اردو	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	اُسامہ ارشاد معروفی قاسمی	یکم تا ۷رنومبر ۲۰۲۳ء
احمد فراز کے انٹرویو	ڈاکٹر ابراہیم افسر	اُسامہ ارشاد معروفی قاسمی	۸ تا ۱۴رنومبر ۲۰۲۳ء
مظفر حنفی کے تبصرے	انجینئر فیروز مظفر	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۱۵ تا ۲۱رنومبر ۲۰۲۳ء
خطباتِ شبلی (نو دریافت)	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	سعید اختر اعظمی	۲۲ تا ۲۸رنومبر ۲۰۲۳ء
اردو صحافت اور اخبار 'الجمعیۃ'	ڈاکٹر ساجد علی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۷ردسمبر ۲۰۲۳ء
بیانِ شبلی (۳)	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۸ تا ۱۴ردسمبر ۲۰۲۳ء
اردو صحافت: تجزیاتی ولسانیاتی ڈسکورس	محمد جہانگیر وارثی، صباح الدین احمد	ڈاکٹر حامد رضا صدیقی	۱۵ تا ۲۱ردسمبر ۲۰۲۳ء
یگانۂ روزگار مولانا عبدالسلام ندوی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	اُسامہ ارشاد معروفی قاسمی	۲۲ تا ۲۸ردسمبر ۲۰۲۳ء

◆◆◆◆

بقیہ: سماج کے کمزور طبقات کے لیے فاصلاتی تعلیم کی ضرورت واہمیت

(صفحہ 3 سے آگے)

ہندستان میں یہ تعلیمی نظام سب سے پہلے 1962 میں دہلی یونیورسٹی سے شروع ہوا، ڈاکٹر ڈی ایس کوٹھاری کی زیرِ صدارت قائم کیے گئے تعلیمی کمیشن (1964-66) کی سفارشات پر پنجاب، میرٹھ اور میسور میں مراسلاتی تعلیم کے مراکز قائم ہوئے۔ اِس سلسلے کی اہم پیش رفت 1982 میں حیدرآباد کی آندھرا اوپن یونیورسٹی کے قیام کی صورت میں ہوئی، اِس کے بعد 1985 میں اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی (اگنو)، 1987 میں کوٹہ اوپن یونیورسٹی، 1992 میں مدھیہ پردیش کی بھوج اوپن یونیورسٹی اور مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی 2002 کے لیے ترغیب ملی آج ملک کی 50 یونیورسٹیاں غیر رسمی تعلیم کا پروگرام چلا رہی ہیں جن میں برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال بھی شامل ہے، اِس کا شعبۂ فاصلاتی نصاب 1975 سے مختلف کورسوں کا امتحان لے رہا ہے اور اب تک دس لاکھ طلبہ یہاں سے مختلف کورسوں میں داخلے لے چکے ہیں اور فارغ ہوکر سرگرم زندگی میں مؤثر رول ادا کررہے ہیں۔ فی الوقت بی اے، بی کام، ایم اے، لائبریری سائنس، مینجمنٹ کے کورسیز اور ڈپلوما سائیکلوجی کونسلنگ پر مشتمل کورسیز یہاں چل رہے ہیں۔

آج ملک کی چودہ کھلی (اُوپن) یونیورسٹیاں صرف فاصلاتی تعلیم کے لیے مخصوص ہیں، جن میں اِگنو کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ بین الاقوامی سطح کی یونیورسٹی بن گئی ہے۔ دیگر اُوپن یونیورسٹیاں اگنو کے نقشِ قدم پر چل رہی ہیں اور اگر یہ دعوا کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اگنو آج دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی شمار ہوتی ہے جس میں 250 تعلیمی پروگرام چل رہے ہیں اور سب کا اپنا ایک مقام ہے، اِس کے ماتحت 36 تعلیمی مرکز سرگرمِ عمل ہیں، جن کی ڈگریاں، ڈپلوما اور سرٹیفکٹ اے آئی یو کی تمام ممبران یونیورسٹیوں کے ذریعے منظور شدہ ہیں۔

جہاں تک فاصلاتی تعلیم میں اُردو کی نمائندگی کا سوال ہے تو جامعہ اردو علی گڑھ کو اس میں اولیت حاصل ہے۔ اس کے ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کے امتحانات عرصۂ دراز تک بہت مقبول رہے۔ دوسری طرف ملک میں گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کی سطح پر تقریباً 20 یونیورسٹیوں میں اُردو زبان و ادب کی تدریس دو طریقوں سے ہورہی ہے، ایک تو یہ کہ طلبہ اردو کو بطور ذریعۂ تعلیم (میڈیم) کے اختیار کیے ہوئے ہیں یا پھر اُردو کو ایک مضمون کے طور پر پڑھ رہے ہیں، لیکن ایسے طلبہ میں بیشتر اردو کو روزگار سے مربوط زبان نہیں مانتے اور اُنھیں یہ خوف دامن گیر رہتا ہے کہ اُردو میڈیم سے ڈگری کے حصول کے بعد روزگار ملے گا یا وہ نااہل مانے جائیں گے۔

اِس نفسیاتی تذبذب کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُردو میں ایسے فنّی اور پیشہ ورانہ کورسیز شروع کیے جائیں، جن سے طلبہ کو روزگار کے حصول میں آسانی ہو۔ اِس تعلق سے جب ہم مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی حیدرآباد پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اندھیری رات میں روشن مینارہ کی طرح نظر آتی ہے، یہ ہندستان کی پہلی قومی اُردو یونیورسٹی ہے، جسے روایتی اور فاصلاتی دونوں طریقۂ تعلیم کا اختیار دیا گیا ہے اور اِس کے ذریعے جہاں جدید علوم و فنون کی تعلیم کا منضبط نظام چلایا جارہا ہے، وہیں اِس کے وسیلے سے طلبہ کی بڑی تعداد گھر بیٹھے ڈگری یافتہ بن رہی ہے، خاص طور پر پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم سے لیس ہوکر وہ روزگار کے حصول کی دوڑ میں شامل ہورہی ہے۔ تغیر پذیر معاشرے میں تبدیلی کی یہ لہر اور تیز ہوگی۔ گلوبلائزیشن کے موجودہ دور میں جیسے جیسے نوکریوں کا دائرہ محدود ہورہا ہے یا ریزرویشن کو بوجھ مانا جارہا ہے تو مادری زبان میں تعلیم پانے والوں کا مستقبل تابناک نظر آرہا ہے۔

یہ حقیقت بھی ذہن میں رہے کہ آج ہندستان میں فاصلاتی تعلیم کا نیٹ ورک اتنا وسیع ہوگیا ہے کہ اِس نظام کے اداروں سے استفادہ کرنے والے طلبہ کی تعداد پچاس لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے، جو اعلا تعلیم سے داخل طلبہ کا 30.19 فیصد ہے، جو طلبہ فاصلاتی نظام تعلیم کے ذریعے اعلا تعلیم حاصل کررہے ہیں، وہ اُن طلبہ سے زیادہ متحرک ہیں، جو کالجوں میں ریگولر کورسیز سے روایتی تعلیم پا رہے ہیں، اِس لیے ترقی یافتہ ممالک میں اُنھیں زیادہ قدر و قیمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کیوں کہ یہ نظامِ تعلیم پسماندہ طبقے کو اوپر اٹھانے میں لگا ہوا ہے، لہٰذا اِس کا رول اہم ہے، اِس پر جو لاگت آتی ہے، وہ روایتی تعلیم کے مقابلے میں نصف سے بھی کم ہے اور اِس سے استفادہ کرکے لڑکیاں اور عمر رسیدہ خواتین سماج کے مختلف شعبوں میں پیش رفت کرسکتی ہیں جیسا کہ قومی تعلیمی پالیسی کے بارے میں سرکاری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ موجودہ صورتِ حال میں حکومت اپنی آبادی کے نصف حصّے کے لیے جس میں دو تہائی لڑکیاں شامل ہیں، تعلیم کا موثر نظم نہیں کرسکتی، اِس لیے مذکورہ غیر رسمی تعلیم کے بندوبست سے تعلیمِ نسواں کی اِس کمی کو دور کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر مرضیہ عارف
مکان نمبر 4، اسٹریٹ نمبر 1، ریت گھاٹ روڈ، بھوپال-462001
Mob. 6267843326

اشاریہ ’ہماری زبان‘

جنوری تا دسمبر 2022-23

تیسری قسط

محمد عارف خاں

تبصرے (سال 2022)

کتب	مصنف/ مرتّب	تبصرہ نگار	شمارہ
رشید حسن خاں کے تبصرے اور تجزیے (جلد اول)	ڈاکٹر ابراہیم افسر	ڈاکٹر رفاقت علی شاہد	یکم تا ۲۸ جنوری ۲۰۲۲ء
رشید حسن خاں کی ادبی جہات	ڈاکٹر ابراہیم افسر	کوثر مظہری	یکم تا ۲۸ فروری ۲۰۲۲ء
اُداس نظمیں	پرویز مظفر	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۲۸ مارچ ۲۰۲۲ء
کلامِ شبلی کے اعلام واشخاص	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۲۸ اپریل ۲۰۲۲ء
نسوہ	پروفیسر صالحہ رشید	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۱۴ مئی ۲۰۲۲ء
چراغِ ادب	شاذ رمزی	ڈاکٹر رضیہ حامد	۱۵ تا ۲۸ مئی ۲۰۲۲ء
احساس کو چھو کر گزرتی ساعتیں	میمونہ علی چوگلے	ڈاکٹر رضیہ حامد	یکم تا ۱۴ جون ۲۰۲۲ء
بیانِ شبلی (۱)	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۱۵ تا ۲۱ جون ۲۰۲۲ء
اختتام 1442ھ (مجموعۂ قطعاتِ تواریخِ وفات (1984 تا 2021)	کوثر امروہوی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۲۲ تا ۲۸ جون ۲۰۲۲ء
دُرِّ معنی (مقالات، تاثرات، تبصرات)	ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۷ جولائی ۲۰۲۲ء
نقشِ وفا (ارشد صدیقی: شخصیت اور فن)	سلطان اختر سولاپوری	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۸ تا ۱۴ جولائی ۲۰۲۲ء
راکھ میں چنگاری (علمی مراکز سے دور تنقید، تحقیق اور تخلیق کی شمع روشن کرنے والے شمیم طارق کی فکری جہات)	پروفیسر طاہرہ وحید عباسی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۱۵ تا ۲۱ جولائی ۲۰۲۲ء
عکسِ گم گشتہ	شعیب نظام	ڈاکٹر رضیہ حامد	۲۲ تا ۲۸ جولائی ۲۰۲۲ء
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشّر	پروفیسر شاہد کمال	یکم تا ۷ اگست ۲۰۲۲ء
اشاراتِ صحافت	ڈاکٹر انیس صدیقی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۸ تا ۱۴ اگست ۲۰۲۲ء
دریا کوزے میں	ڈاکٹر رؤف خیر	ڈاکٹر سیّد عباس متقی	۱۵ تا ۲۱ اگست ۲۰۲۲ء
رات کے حصار میں	عابد حسین عابد	پروفیسر شاہد کمال	۲۲ تا ۲۸ اگست ۲۰۲۲ء
مٹی کا قرض	ڈاکٹر نریش	پروفیسر علی احمد فاطمی	یکم تا ۷ ستمبر ۲۰۲۲ء
سرمایۂ ادب (ادبی وتنقیدی مضامین)	زاہد علی خاں اثر	ڈاکٹر رضیہ حامد	۸ تا ۱۴ ستمبر ۲۰۲۲ء
خیالِ یار	ڈاکٹر شیخ رحمٰن اکولوی	نذیر احمد یوسفی	// //
قومی یک جہتی کا منظر نامہ	ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۱۵ تا ۲۱ ستمبر ۲۰۲۲ء
شبلی خود نوشتوں میں	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	ضیاء فاروقی	۲۲ تا ۲۸ ستمبر ۲۰۲۲ء
شبِ چراغ (جلد اول)	طہور منصوری نگاہ	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۷/ اکتوبر ۲۰۲۲ء
فکر تونسوی: حیات وخدمات	ڈاکٹر ممتاز فرخ	ڈاکٹر رضیہ حامد	۱۵ تا ۲۱/ اکتوبر ۲۰۲۲ء
نابغۂ لسان وادب محمد شان الحق حقی دہلوی	ڈاکٹر عرفان شاہ	پروفیسر شاہد کمال	۲۲ تا ۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۲ء
اردو زبان وادب کی تاریخ	پروفیسر مجید بیدار	ڈاکٹر رؤف خیر	// //
جنم دن (کہانیاں)	مترجم: پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی	ڈاکٹر فرقان سنبھلی	یک تا ۷ نومبر ۲۰۲۲ء
شبلی کے مکتوب الیہ	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	سعید اختر اعظمی	// //
قلم گوید	سیّد ساجد علی ٹونکی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	۸ تا ۱۴ نومبر ۲۰۲۲ء
خوابوں کا قیدی	عشرت ظہیر	سعید اختر اعظمی	// //
مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی: شخصیت کے چند پہلو اور نعتیہ کلام	محمد حفظ الرحمٰن	سعید اختر اعظمی	۱۵ تا ۲۱ نومبر ۲۰۲۲ء
ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی بحیثیت مصنف (حصّہ اول)	ترتیب وتقدیم: محمد عرفات اعجاز اعظمی	ڈاکٹر رضیہ حامد	// //
آخری ایشور (اُڑیا ناول) مصنفہ: ڈاکٹر پرتبھا رائے	مترجم: عبدالمتین جامی	ڈاکٹر رضیہ حامد	۲۲ تا ۲۸ نومبر ۲۰۲۲ء
چھاؤں سے دھوپ تک (مجموعۂ نظم)	مصداق اعظمی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۷ دسمبر ۲۰۲۲ء
سفیرِ اُردو (تنقیدی وتحقیقی مضامین)	ڈاکٹر حیات افتخار	سراج زیبائی	۸ تا ۱۴ دسمبر ۲۰۲۲ء

تبصرے (سال 2023)

کتب	مصنف/ مرتّب	تبصرہ نگار	شمارہ
ایسے ایسے لوگ (شخصی وتاثراتی مضامین)	ڈاکٹر شیخ رحمٰن اکولوی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	یکم تا ۷ جنوری ۲۰۲۳ء
اردو زبان: فنِ تدریس	محمد قمر سلیم	محمد علیم اسماعیل	۸ تا ۱۴ جنوری ۲۰۲۳ء
طوفان میں جھونپڑی (افسانے)	محمد علی پٹھان، مترجم: ننگر چنا	پروفیسر شاہد کمال	۱۵ تا ۲۱ جنوری ۲۰۲۳ء
عرفانِ عشق	احمد سلطان کھوسو	پروفیسر شاہد کمال	۲۲ تا ۲۸ جنوری ۲۰۲۳ء
برِّ صغیر کی تقسیم کا المیہ (اردو اور انگریزی ناولوں کے حوالے سے)	ڈاکٹر زیبا فاروقی	ڈاکٹر رضیہ حامد	// //
مظفر حنفی: حیات وجہات	انجینئر فیروز مظفر	سعید اختر اعظمی	یکم تا ۷/ فروری ۲۰۲۳ء
تعارف ومعیار (مضامین، تبصرے اور تذکرے)	اسلم عمادی	ڈاکٹر رضیہ حامد	۸ تا ۱۴/ فروری ۲۰۲۳ء
لفظوں کی دھڑکن	پپن شرما شرّ سیوانی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //
میری سیاسی سرگزشت (ڈاکٹر ہاشم قدوائی)	مرتب: ڈاکٹر سلیم قدوائی	ڈاکٹر رضیہ حامد	۱۵ تا ۲۱/ فروری ۲۰۲۳ء
قومی ستارے (بڑوں کی کہانیاں بچوں کے لیے)	ڈاکٹر غضنفر اقبال	ڈاکٹر ابراہیم افسر	// //

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

مدیر : **اطہر فاروقی**
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : اصیلا آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی–110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar,
212-Rouse Avenue, New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے، بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Asila Offset Printers, 1307-08, Kalan Mahal, Darya Ganj, New Delhi-110002, Editor: ***Dr Ather Farouqui***